لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

ایڈیٹر:- ظفر احمد سرور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

النور

اپریل ۱۹۹۴ء

شوال / ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ





ساؤتھ ایسٹ ریجن جماعتوں کے ایک جلسہ کی صدارت محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت امریکہ نے فرمائی۔ محترم ڈاکٹر امیّہ صاحب سامعین سے مخاطب ہیں۔ محترم امیر صاحب کی موجودہ بیماری میں ڈاکٹر صاحب نے ہی آپ کی سرجری کی ہے جو بفضلہٖ تعالیٰ بہت کامیاب رہی الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ احباب جماعت سے محترم امیر صاحب کی کامل اور مکمل صحتیابی کیلئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

The AHMADIYYA GAZETTE AND annoor are published by the AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM
2141 Leroy Place, N.W., Washington DC 20008 Ph: (202) ...

Ahmadiyya Movement in I
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719

SECOND CLASS
U.S.POSTAGE
PAID
CHAUNCEY OHIO

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند فارسی اشعار کا منظوم ترجمہ

از حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدہا

اے خداوندِ من گناہم بخش
سُوئے درگاہِ خویش راہم بخش

مولا مرے قدیر مرے کبریا مرے
پیارے مرے حبیب مرے دلربا مرے
بارِ گُنہ بَلا ہے مرے سر سے ٹال دو
جس رہ سے تُم مِلو مجھے اُس رہ پہ ڈال دو

روشنی بخش در دل و جانم
پاک کُن از گناہِ پنہانم

اِک نُورِ خاص میرے دل و جاں کو بخش دو
میرے گناہِ ظاہر و پنہاں کو بخش دو

دِلستانی و دِلرُبائی کُن
بہ نگاہے گرہ کُشائی کُن

بس اِک نظر سے عقدۂ دل کھول جائیے
دل لیجئے مرا مجھے اپنا بنائیے

در دو عالَم مرا عزیز تُوئی
وانچہ می خواہم از تو نیز تُوئی

ہے قابلِ طلب کوئی دُنیا میں اور چیز؟
تم جانتے ہو تُم سے سوا کون ہے عزیز
دونوں جہاں میں مایۂ راحت تمہیں تو ہو
جو تُم سے مانگتا ہوں وہ دولت تمہیں تو ہو

اَصل مدعا بیعت کا یہی ہے کہ توبہ کرو۔ استغفار کرو۔ نمازوں کو درست کرکے پڑھو۔ ناجائز کاموں سے بچو۔ میں جماعت کے لیے دُعا کرتا رہتا ہوں مگر جماعت کو بھی چاہیے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو پاک کرے۔
یاد رکھو غفلت کا گناہ پشیمانی کے گناہ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ یہ گناہ زہریلا اور قاتل ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والا تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا اُس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ جس کو معلوم ہی نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں وہ بہت خطرناک حالت میں ہے۔ پس ضرورت ہے کہ غفلت کو چھوڑ دو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ جو شخص توبہ کرکے اپنی حالت کو درست کرلے گا وہ دوسروں کے مقابلہ میں بچایا جائے گا۔ پس دعا اسی کو فائدہ پہنچا سکتی ہے جو خود بھی اپنی اصلاح کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے سچے تعلق کو قائم کرتا ہے۔" ______ (ملفوظات جلد سوم صـ ۱۷۲)

خطبہ جمعہ

جو قوم عبادت سے خالی ہو جائے وہ تقویٰ سے خالی ہو جایا کرتی ہے

خدا کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے

سارا عالم اسلام مل کر زور لگا لے اور خلیفہ بنا کر دکھا دے، وہ نہیں بنا سکتا کیونکہ خلیفہ کا تعلق خدا کی پسند سے ہے

خلافت اور شوریٰ میں مشترکہ طور پر جماعت احمدیہ کی جان ہے، خلافت اور شوریٰ کی جان تقویٰ میں ہے

اپنے تقویٰ کی حفاظت کریں، اگر تقویٰ کی حفاظت کرنی ہے تو عبادتوں کی حفاظت کریں

فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام مسجد فضل لندن بتاریخ ۲ اپریل ۱۹۹۳ء مطابق ۲ شہادت ۱۳۷۲ ہش

مرتبہ:۔ مکرم منیر احمد صاحب جاوید، لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ط إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○

(سورۃ الحجرات: آیت ۱۴)

بعدہٗ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے لوگو! اے انسانو!! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں بڑے بڑے گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ لیکن تمہاری یہ گروہی اور قبائلی تقسیمیں تمہاری عزت کا نشان نہیں ہیں کیونکہ تم میں سے سب سے معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔ اللہ تعالیٰ بہت جانتا ہے اور بہت خبر رکھتا ہے۔

خلافت کے بعد شوریٰ سب سے اہم نظام ہے

خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آج ربوہ میں مجلس شوریٰ پاکستان کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس موقعہ پر جو میں نے پیغام لکھ کر بھجوایا تھا وہ سنا دیا گیا ہو گا اور افتتاح کی باقاعدہ کارروائی بھی ہو چکی ہے اور غالباً اس وقت تو وہ تمام نمائندگان مختلف محلوں میں مساجد میں بیٹھے اس خطبہ میں شریک ہوں گے کیونکہ وہاں مجلس شوریٰ کا وقت ختم ہو چکا ہے، مختلف سب کمیٹیاں بن چکی ہیں اور اب وہ اپنے اپنے مقامات پر جا کر انشاء اللہ کل کی کارروائی کے لئے غور و خوض شروع کریں گے۔ میں نے جونکہ تحریری طور پر اپنا افتتاحی پیغام بھجوا دیا تھا اس لئے خیال نہیں تھا کہ مجلس شوریٰ سے براہ راست مخاطب ہوں لیکن ناظر صاحب اعلیٰ نے بہت زور کے ساتھ یہ تحریک کی ہے کہ مجلس شوریٰ کے ممبران کی یہ خواہش ہے کہ آپ آج خطبہ میں ہمیں براہ راست بھی مخاطب ہوں۔ پس اس غرض سے میں نے ان کو نصیحت کرنے کے لئے اس آیت کا انتخاب کیا ہے جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مجلس شوریٰ جماعت کا ایک بہت ہی اہم نظام ہے اور یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ خلافت کے بعد سب سے اہم نظام شوریٰ کا نظام ہے اور شوریٰ کے نظام کے ساتھ جماعت کی زندگی وابستہ ہے۔ پس ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ خلافت اور شوریٰ میں مشترکہ طور پر جماعت احمدیہ کی جان ہے اور جماعت احمدیہ کی جان اگر خلافت اور شوریٰ میں ہے تو خلافت اور شوریٰ کی جان تقویٰ میں ہے کیونکہ خلافت تقویٰ کے بغیر بے معنی اور بے حقیقت ہے اور مجلس شوریٰ بھی تقویٰ کے بغیر محض ایک قالب ہے، ایک جسم ہے جس میں کوئی روح نہیں ہے۔ ان دو باتوں کو اگر مجلس شوریٰ کے ممبران پیش نظر رکھیں اور جماعت احمدیہ کے افراد کل دنیا میں ان کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ پر کبھی موت واقع نہیں ہو سکتی۔

خلافت احمدیہ میں احمدیت کی جان ہے

خلیفۂ وقت میں احمدیت کی جان میں نے نہیں کہا۔ خلافت احمدیہ میں احمدیت

کی جان ہے اور مجلس شوریٰ میں جان ہے نہ کہ ان ممبران میں جو آج وہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ ان دو باتوں کو آپ مناصب کے طور پر لیں اور یہ جو منصب ہیں ان میں اگرچہ بہت تقدس پایا جاتا ہے لیکن اس تقدس کا جماعت کے تقویٰ کے ساتھ ایک براہِ راست رشتہ ہے۔ خلیفۂ وقت کا تقویٰ ذاتی بھی ہوتا ہے لیکن وہ جماعت جو اُسے منتخب کرتی ہے اس کے تقویٰ کا خلیفۂ وقت کی ذات سے بہت گہرا تعلق ہے چنانچہ قرآن کریم نے ہمیں یہ نصیحت فرمائی کہ یہ دُعا کیا کرو کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ اے ہمارے رب ہمیں متقیوں کا امام بنا کیونکہ غیر متقیوں کی امامت اگر متقی بھی ہو تو تب بھی بے جان رہتی ہے کیونکہ جس جسم سے دماغ نے یا دل نے کام لینا ہو اُس جسم میں بھی صلاحیت ہونی چاہیئے اور جسم کی صلاحیت دماغ اور دل دونوں پر اثر انداز ہو رہی ہوتی ہے۔ اگر جماعت تقویٰ سے عاری ہو تو خلافت اپنی ذات میں اکیلی لمبا عرصہ تقویٰ کی باریک راہوں پر نہیں چل سکتی کیونکہ جب غیر متقیوں سے واسطے پڑتے ہیں تو لیڈر شپ برباد ہو جایا کرتی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جماعت غیر متقی ہو اور خلافت کے تقویٰ کی لمبے عرصہ تک حفاظت کی جا سکتی ہو۔ ایک لمبے عرصہ تک انفرادی طور پر تو ہو سکتی ہے لیکن تقویٰ کی حفاظت خلافت کے نظام میں نہیں ہو سکتی کیونکہ خلافت ایک شخص کا نام نہیں ہے بلکہ خلافت ایک نظام ہے پس جب میں کہتا ہوں کہ خلافت میں تقویٰ کی حفاظت نہیں ہو سکتی تو مراد یہ ہے کہ خلیفہ خواہ متقی ہی رہے مگر وہ نظام جو جماعت کے تقویٰ کا آئینہ دار ہے وہ نظام خلافت ہے۔ وہ گندا ہو جائے گا اور اس کے نتیجہ میں جماعت کی صحت پر بہت بُرا اثر پڑے گا یہی حال مجلس شوریٰ کا ہے۔

عزّت مناصب میں نہیں بلکہ تقویٰ میں ہے

پس اس مضمون کو آپ کے سامنے مزید کھول کر رکھنے کے لئے میں نے اس آیت کریمہ کا سہارا لیا ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ مناصب کا ایک تعلق عزّت سے بھی ہوا کرتا ہے لیکن قرآن کریم نے عزّت کا جو نظریہ پیش فرمایا ہے اس میں عزّت کو مناصب میں نہیں رکھا بلکہ تقویٰ میں رکھ دیا ہے یعنی منصب تب تک عزّت کے لائق ہے جب تک وہ تقویٰ کے نور سے بھرا ہوا ہو۔ منصب جب تقویٰ سے خالی ہو جائے تو عزّت سے خالی ہو جاتا ہے۔ فرمایا تمہاری عزّت کے معیار جو کچھ بھی ہوں لیکن خدا کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور اس مضمون میں ایک یہ بات بھی بیان فرما دی کہ وہ لوگ جو مناصب پر فائز نہیں ہوتے وہ بھی کسی گھاٹے میں نہیں رہتے۔ مناصب کے نتیجہ میں انسان کو خدمت کا زیادہ موقعہ ملتا ہے لیکن خدا کے ہاں عزّت کا مقام پانے کے لئے منصب ضروری نہیں تقویٰ ضروری ہے۔ پس اگر منصب تقویٰ سے خالی ہو گا تو اللہ کے ہاں وہ منصب عزّت سے خالی ہو جائے گا۔ اگر منصب تقویٰ سے بھرا ہوا ہو گا تو وہ منصب بھی عزّت کے لائق اور وہ تمام افراد جماعت جو اپنی اپنی جگہ بغیر مناصب کے صاحبِ تقویٰ ہیں وہ بھی خدا کے حضور عزّت کا مقام پائیں گے۔

انتخاب کے وقت دنیاوی مناصب پر نظر نہ رکھیں

یہ نکتہ اس لئے بہت غور سے سننا اور سمجھنا چاہیئے کہ اس کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں ہمارے انتخابی نظام میں فتور واقع ہو جاتا ہے۔ جب مجلس شوریٰ کے ممبروں کا انتخاب ہوتا ہے، جب عہدیداروں کا انتخاب ہوتا ہے اس وقت اگر اس دائمی زندگی کے اس مرکزی نکتہ پر نظر نہ ہو تو اس کے بداثرات انتخاب پر ضرور وارد ہوتے ہیں اور ضرور انتخابات کی کیفیت گندی ہو جاتی ہے اور ضروری نہیں کہ اس کے نتیجہ میں جو شخص چنا جائے وہ بھی غیر متقی ہو۔ یہ لازم ملزوم نہیں ہیں۔ بعض اوقات اتفاق سے ایک متقی شخص جماعت میں نمایاں طور پر ابھر رہا ہوتا ہے اور وہ دیگر لحاظ سے صاحب منصب بھی ہوتا ہے وہ انتخاب کے نتیجہ میں آگے آ جاتا ہے لیکن یہ رجحان اپنی ذات میں بہت ہی خطرناک ہے کہ انتخاب کے وقت دیگر دنیاوی مناصب پر نظر ہو اور تقویٰ سے بے نیاز ہو کر کوئی جماعت انتخاب کرے۔ اس سلسلہ میں جو سب سے اہم بات میں آپ کو سمجھا سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر آپ کی پسند اللہ کی پسند کے مطابق رہی تو آپ کی پسند اچھی ہے اور اس پسند کے نتائج ہمیشہ اچھے نکلیں گے۔ اللہ کی پسند سے آپ کی پسند مختلف ہو گئی اور بیچ میں فاصلے پڑ گئے تو آپ کی پسند کی کوئی بھی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا مضمون اس طرح سمجھایا کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اللہ کی پسند تو تقویٰ ہے۔ اللہ کو تو وہی معزز دکھائی دیتا ہے جو صاحبِ تقویٰ ہو۔ اگر تمہارے ہاں عزّت کے معیار بدل گئے ہیں تو وہ معیار بگڑ چکے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہیں۔ پس اگر جماعت کو انتخاب کے وقت صاحب تقویٰ ہی معزز دکھائی دیتا ہو تو یہ وہ جماعت ہے جو کبھی مر نہیں سکتی۔ اگر انتخاب کے وقت صاحبِ تقویٰ معزز دکھائی نہ دیتا ہو بلکہ اپنا رشتہ دار معزز دکھائی دیتا ہو اپنے گروہ کا لیڈر معزز دکھائی دیتا ہو، کسی قوم سے تعلق رکھنے والا معزز دکھائی دیتا ہو، کوئی بڑا زمیندار صاحبِ اثر دکھائی دیتا ہو۔ کوئی صاحبِ دولت امیر انسان معزز دکھائی دیتا ہو تو ایسے انتخاب خدا کی نگاہ کے انتخاب نہیں ہیں۔ اسی لئے خلافت سے پہلے لازم ہے کہ نبوت ہو۔ نبوت کے بغیر خلافت کا وجود ممکن ہی نہیں۔ نہ خلافت دنیا میں قائم کی جاسکتی ہے کیونکہ نبوت ہی ایک منصب ہے جو براہِ راست خدا تعالیٰ کی طرف سے قیام میں لایا جاتا ہے۔ اور اس پر ایک ایسا شخص فائز فرمایا جاتا ہے جو خدا کی نظر میں سب سے معزز ہو اور وہ صاحبِ تقویٰ ہے۔ پس جب تک بگڑے ہوئے نظام پر خدا کا نمائندہ پہلے مقرر نہ کیا جائے انتخابی اداروں میں یا انتخابی نظام میں تقویٰ داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے دنیا میں کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ سارا عالم اسلام مل کر زور لگالے اور خلیفہ بنا کر دکھا دے وہ نہیں بنا سکتا کیونکہ خلافت کا تعلق خدا کی پسند سے ہے اور خدا کی پسند اس شخص پر خود انگلی رکھتی ہے جسے وہ صاحبِ تقویٰ سمجھتا ہے اور اس کے بعد پھر وہ متقیوں کا ایک گروہ اپنے گرد پیدا کرتا ہے۔ وہ دہی کے قطرے کی طرح دودھ میں جاگ بن جاتا ہے اور جو بھی لوگ اس کے ارد گرد اکٹھے ہوتے ہیں وہ نبی کے تقویٰ سے تقویٰ پا کر متقی ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کا انتخاب خدا کا انتخاب کہلاتا ہے۔ اگر وہ متقی نہ ہوں تو ان کا انتخاب خدا کا انتخاب کہلا ہی نہیں سکتا۔ پس جماعت احمدیہ جب کہتی ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے تو ان معنوں میں خدا بناتا ہے۔

خلافت کے ساتھ جماعت کے تقویٰ کا گہرا تعلق ہے

پس خلافت کے ساتھ جماعت کے تقویٰ کا بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر جماعت متقی ہوگی تو اس کا انتخاب خدا کا انتخاب ہوگا اس کی نظر ہمیشہ تقویٰ پر پڑے گی اور اس کی عزتوں کا معیار تقویٰ رہے گا۔ یہ بات خلافت سے اُتر کر درجہ بدرجہ جماعت کے ہر عہدے پر چسپاں ہوتی ہے جس کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اب میں مجلس شوریٰ کی طرف واپس آتا ہوں۔ مجلس شوریٰ کے نمائندوں کا انتخاب اگر تقویٰ کی بناء پر ہو اور تقویٰ کی بناء پر ہوتا ہے تو وہ لوگ جو مجلس شوریٰ میں جماعت احمدیہ کی نمائندگی کرتے ہیں ان کی نظر کسی گروہی مفاد پر نہیں ہوگی۔ کسی ذاتی تعلق یا ذاتی عناد پر نہیں ہوگی۔ ان کے فیصلے خالصتاً للہ ہوں گے۔ ان کی نظر ہمیشہ اللہ کی رضا پر رہے گی وہ یہ سوچیں گے کہ ہمارا خدا ہم سے ناراض نہ ہو جائے، اسی کا نام تقویٰ ہے۔ وہ شخص جو اپنے محبوب کی محبت کھو دینے کے خوف میں زندگی بسر کرتا ہو وہی متقی ہے۔ پس جو ہر لحظہ یہ سوچتا ہو کہ کہیں اِس بات سے تو میرا خدا ناراض نہیں ہو جائے گا۔ اُس بات سے تو میرا خدا ناراض نہیں ہو جائے گا۔ محبت کھو دینے کا یہ خوف ہے جو حقیقت میں تقویٰ کی جان ہے۔ پس اس پہلو سے جب وہ مشوروں کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں، ان میں طعن و تشنیع، ہوشیاریوں میں، چالاکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا تصوّر، ایک دوسرے سے بہتر تقریر کرنے کا تصوّر، ایک دوسرے کے دلائل کو رد کرتے ہوئے ذاتی فخر کا خیال کہ ہم نے یوں مارا۔ ایسی دلیل دی کہ کمال کر دیا اور ووٹ زیادہ حاصل کرنے کے تصوّر، یہ ساری باتیں اس مجلس سے (BANISH) ہو جاتی ہیں جو تقویٰ پر مبنی ہوں۔ ان کو دیس نکالا مل جاتا ہے ایسے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں جو جیتیں تب ان پر کوئی فرق نہیں پڑتا، ہاریں تب اُن پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایک شخص اکیلا رہ جائے اور اپنی بات پر قائم ہو تو وہ اس وجہ سے اپنی بات پر قائم ہوگا کہ اس کے نزدیک خدا کو یہ بات پسند ہے اس کو ذرہ بھی فرق نہیں پڑتا کہ باقی لوگوں نے اس کی تائید کی ہے یا نہیں کی وہ پوری طرح اطمینان سے بیٹھے گا کسی نفسیاتی مرض کا شکار نہیں ہوگا۔ پس تقویٰ انسان کی ذہنی، نفسیاتی اور قلبی حفاظت کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی صحت بھی باقی نہیں رہتی۔ پس مجلس شوریٰ کو منتخب کرتے وقت جن لوگوں نے منتخب کیا ان کے تقویٰ کی جھلک مجلس شوریٰ میں ظاہر ہوگی اور اگر غلطی سے کچھ غیر متقی لوگ آ گئے ہیں تو بعض دفعہ ضروری نہیں ہوا کرتا کہ منتخب کرنے والوں نے ہی غلطی کی ہو۔ بعض دفعہ لاعلمی کے پردے بیچ میں حائل ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص اپنے ساتھیوں کو متقی دکھائی دیتا ہے مگر خدا کے نزدیک وہ متقی نہیں ہوتا۔ پس یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے متعلق سو فیصدی یقین کے ساتھ ہم کہہ سکتے ہوں کہ اگر متقیوں نے انتخاب کیا ہے تو وہ لازماً متقی ہوگا۔ یہ ایک احتمال رہتا ہے لیکن متقیوں کی جتنی بڑی تعداد ہو اتنا یہ احتمال کم ہوتا چلا جاتا ہے مگر ایک دور کا احتمال ضرور موجود ہے۔

انتخابات سے پہلے دُعا کا رواج قائم کیا جائے

ایسی صورت میں ضروری ہے کہ ساتھ دُعا کی جائے۔ تقویٰ محض اکیلا کام نہیں کر سکتا جب تک دُعا اُس کے ساتھ شامل حال نہ ہو۔ پس مجلس شوریٰ کے انتخاب کے وقت بھی بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف اس موقعہ پر بلکہ دیگر انتخابات کے موقعہ پر بھی اگر پہلے دُعا کا رواج قائم کیا جائے اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ رواج موجود ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ بہت سی جماعتوں کو اس سے واقفیت نہ ہو۔ ہمیشہ انتخاب سے پہلے ضرور دُعا کرنی چاہیئے اور تقویٰ کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکتے ہوئے، اُس سے یہ التجا کرتے ہوئے دُعا کرنی چاہیئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری پسند تیری پسند ہو، ہم چاہتے ہیں کہ تیری پسند ہماری پسند ہو جائے۔ ہماری پسندوں کے فاصلے مٹ جائیں لیکن ہم لاعلم ہیں جیسا کہ تُو نے خود فرمایا کہ

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝ (سورۃ النجم: آیت ۳۳)

اللہ بہتر جانتا ہے تمہیں کیا پتہ کون متقی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون متقی ہے تو عاجزانہ عرض کی ہے کہ اے خدا! ہم اکٹھے تو تیری رضا کے مطابق انتخاب کرنے کے لئے ہوئے ہیں مگر پوری طرح یقین سے کہہ نہیں سکتے کہ تیری رضا کیا ہے کیونکہ جسے ہم متقی سمجھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ متقی نہ ہو۔ پس ہم تیرے حضور عاجزانہ جھکتے ہیں، تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہمارے انتخاب کو سچا انتخاب بنا دے، اپنا انتخاب بنا دے۔ پس وہ انتخاب ہے جو خدا کا انتخاب ہوتا ہے اور یہ انتخاب جتنا نچلی سطحوں پر اُترتا ہوا، GRASS ROOT لیول پر پہنچتا ہے اتنا ہی زیادہ عمدہ خلافت کا انتخاب ہوگا کیونکہ ایک دفعہ تو تقویٰ کی حرکت اوپر سے نیچے کی طرف ہے۔ نبوّت سے تقویٰ اترتا ہے اور نیچے تک تقویٰ کا رس گھلتا چلا جاتا ہے۔ تقویٰ کا پانی جڑوں تک پہنچ کر ان میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر اُن سے جو نشو و نما اٹھتی ہے وہ مبنی بر تقویٰ ہوا کرتی ہے اور اس جماعت کے جو نمائندگان پھر آخر پر آ کر آئندہ کبھی خلافت کا انتخاب کرتے ہیں تو ان کا انتخاب بلا شبہ اللہ کا انتخاب ہوتا ہے۔ یہ ضمنی باتیں ہیں ورنہ محض دعووں میں کوئی حقیقت نہیں۔ ہم دنیا کو کہتے رہیں کہ خلافت کا انتخاب خدا کا انتخاب ہے ان کی سمجھ میں یہ بات آ نہیں سکتی جب تک اس طریق پر اُن پر ثابت نہ کیا جائے اور یہ ایک ایسی واضح کھلی ہوئی حقیقت ہے جو قابل فہم ہے۔ اگر نبوت سے تقویٰ نبوّت کے ساتھیوں میں سرایت کر گیا ہے اور انہوں نے انتخاب کیا ہے اور اگر اس تقویٰ کی حفاظت کی گئی ہے اور نسلاً بعد نسلٍ یہ تقویٰ قائم رکھا گیا ہے تو لازماً ہر انتخاب خدا کا انتخاب ہوگا صرف خلافت ہی کا نہیں امارت کا انتخاب بھی خدا کا انتخاب ہوگا۔ صدارت کا انتخاب بھی خدا کا انتخاب ہوگا۔ زعامت کا انتخاب بھی خدا کا انتخاب ہوگا۔ اس ساری مجموعی صورتحال کا نام خلافت ہے اور اس کی زندگی تقویٰ میں ہے۔ پس مجلس شوریٰ کو اگر آپ نے زندہ رکھنا ہے اور قائم اور دائم رکھنا ہے تو اس کے تقویٰ کی حفاظت کریں اور اس کے تقویٰ کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان جڑوں کی سطح پر نظر رکھیں جہاں سے تقویٰ کے پودے نے نشو و نما پانی ہے۔ اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تقویٰ پر جو یہ شعر ہے ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

یہی مضمون ہے جو میں خوب کھول کر آپ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے پہلا مصرعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا مصرعہ تھا۔ جس طرح بعض دفعہ ہوتا ہے کہ ایک شاعر ایک مصرعہ کہہ کر کچھ اٹک سا جاتا ہے۔ اس کی شان کا، بعینہٖ اس کا ہم پلّہ مصرعہ بعد میں اس کے ذہن میں نہیں آرہا ہوتا اور اس وقت پھر بعض دفعہ دوسرے شعراء ایک اور مصرعہ مہیا کر کے اس کے شعر میں نصف کے حصّہ دار بن جاتے ہیں اور بعض دفعہ تو اتنا اچھا مصرعہ دے دیتے ہیں گویا سارا شعر ہی ان کا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بھی بعض دفعہ ایسے ہی پیار کا مظاہرہ کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ مصرعہ کہا ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے

تو سوچ ہی رہے تھے کہ اب اس کے بعد کیا کہوں۔ سب سے بڑی بات تو کہہ دی کہ "ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے" پھر کیا باقی رہا۔ تب الہام ہوا "اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے" اور کس شان کے ساتھ مضمون مکمل ہو گیا۔ جڑ تو ہے مگر اس جڑ کو باقی رکھنا تمہارا کام ہے۔ اگر اس جڑ کو باقی رکھو گے تو سب کچھ باقی رہے گا۔ پس اگر نظام شوریٰ کو باقی رکھنا ہے، اگر نظام خلافت کو باقی رکھنا ہے تو تقویٰ کی جڑ کو باقی رکھیں اور یہ پیغام اپنے سب بھائیوں کو دیں۔ پہلے تو میں کہا کرتا تھا کہ جب واپس جائیں تو مری طرف سے یہ پیغام پہنچائیں لیکن اب تو میں سب کو مخاطب ہو کر خود کہہ رہا ہوں کہ جو میں شوریٰ کو کہہ رہا ہوں تمہیں بھی کہہ رہا ہوں، تم میں سے ہر ایک سے مخاطب ہوں۔ اس مضمون کو اچھی طرح سمجھ لو اور اپنے ہر انتخاب سے غیر اللہ کو خارج کر دو، اپنی چودھراہٹوں کو خارج کر دو، اپنی دوستیوں کو خارج کر دو، اپنی دشمنیوں کو خارج کر دو، اپنے تعلقات کو خارج کر دو، ایک ہی تعلق قائم رکھو اور وہ اللہ سے تمہارا تعلق ہے۔ تقویٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتخاب کرو تو میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ قیامت تک یہ جماعت مر نہیں سکے گی، بڑھتی چلی جائے گی اور بڑھتی چلی جائے گی اور بڑھتی چلی جائے گی۔ پس مجلس شوریٰ کی جان تقویٰ میں ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ مجلس شوریٰ کا انتخاب کرنے والوں نے تقویٰ ہی سے کام لیا ہو گا اور اگر کوئی کمی رہ گئی ہو گی تو دعاؤں نے وہ کمی پوری کر دی ہو گی۔ پس آئندہ بھی دنیا بھر میں جہاں بھی جماعت اس پیغام کو سن رہی ہے وہ یاد رکھیں کہ اپنے ہر انتخاب کا آغاز دعا سے کیا کریں اور دعا میں یہ بات خصوصیت سے پیش نظر رکھیں کہ ہم خدا کی پسند کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں۔ اس واضح پیغام کے ساتھ جو انسان اپنے نفس کو دیتا ہے، انسان کی سوچ میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ جانے سے پہلے انسان سوچ رہا ہوتا ہے کہ فلاں بھی میرا دوست ہے، فلاں بھی ہے۔ فلاں نے غالباً فلاں کو صدر بنانے کی کوشش کرنی ہے اور وہ اچھا آدمی نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں فلاں اچھا ہو گا۔ تقویٰ کے لباس پہنائے ہوتے ہیں اپنی نیتوں کو مگر بعض دفعہ بودے اور گندے لباس ہوتے ہیں۔ نام تقویٰ کا لباس ہوتا ہے تو اس قسم کی سوچیں سوچ کر لوگ انتخابات میں پہنچا کرتے ہیں۔ وہاں جب دعا شروع ہو تو ایک دم انسان اپنے آپ کو یاد کرائے کہ میری پسند کی کیا حیثیت ہے؟ کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ میری پسند کی نہ اس کی پسند کی، جس کی رضا کی خاطر ہم اکٹھے ہوتے ہیں اس کی پسند کی اصل حقیقت ہے۔ پس اے خدا مجھے تو اپنی پسند عطا فرما دے۔ میری آنکھوں کا ٹیڑھا پن دور کر دے۔ میری آنکھوں پر اگر تعصب کے یا کسی تعلق کے کوئی پردے حائل ہیں تو ان پردوں کو کاٹ کر الگ پھینک دے۔ مجھے اپنی رضا دکھا، اپنی رضا کی راہیں دکھا۔ اسی کو ووٹ دینے کی توفیق عطا فرما جو تیرے نزدیک متقی اور تیرے نزدیک سب سے معزز ہے۔ یہ دعا کرتے ہوئے جو جماعت اپنے انتخاب کرتی ہے مجھے یقین ہے اور ایک ذرّہ بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس انتخاب کی حفاظت فرمائے گا اور ہر ایسا انتخاب جو ان دعاؤں کے ساتھ اور تقویٰ کی کوشش کے ساتھ کیا جائے گا بفضلہٖ تعالیٰ وہ اللہ ہی کا انتخاب ہو گا۔

تقویٰ کی جان عبادت میں ہے

اس ضمن میں ایک اَور اہم بات جو میں آپ کے سامنے یعنی مجلس شوریٰ ہی کے نہیں بلکہ تمام دنیا کے احمدیوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تقویٰ کی اپنی جان بھی کسی قالب میں ہے نا اور وہ کیا ہے؟ تقویٰ کی جان عبادتوں میں ہے۔ وہ قوم جو عبادت سے خالی ہو جائے وہ تقویٰ سے خالی ہو جایا کرتی ہے۔ قرآن کریم نے نماز کے متعلق فرمایا ہے کہ

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ وَالۡبَغۡیِ

وہ تمام چیزیں جن میں ملوث ہونے کے نتیجہ میں اللہ کی رضا ہاتھ سے جاتی ہے وہ بیان فرما دی اور فرمایا نماز ان کی حفاظت کرتی ہے۔ پس تقویٰ کی اپنی جان عبادت میں ہے۔ اسی لئے عبادت کے اوپر میں غیر معمولی زور دینے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن لفظ غیر معمولی محض محاورہ ہے۔ عبادت پر غیر معمولی زور دیا ہی نہیں جا سکتا۔ ہر زور جو ہے وہ دے دیں تب بھی وہ معمولی دکھائی دے گا کیونکہ عبادت میں تو سب کچھ ہے اس کے سوا کچھ بھی باقی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے اپنی بہت سی مجبوریاں پیش کیں اور ان مجبوریوں کے نتیجہ میں اس نے کہا میں گڈریا ہوں میرے کپڑے کئی دفعہ جانوروں کے پیشاب میں لت پت ہو جاتے ہیں۔ کئی دفعہ اور کئی پہلوؤں سے گندے ہو جاتے ہیں مصروفیتیں ہیں وغیرہ وغیرہ تو اتنی لمبی تقریر کے بعد پوچھا یہ کہ کیا ان حالتوں میں مجھے نماز سے رخصت مل سکتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ نماز نہیں تو پھر رہا کیا' کچھ بھی نہیں۔ جب عبادت ہی نہیں تو پھر دن کیسا۔ پس عبادت تو کسی صورت میں ٹل نہیں سکتی۔ عبادت کو اچھا کرنے کے لئے آپ کو اچھا بننا پڑتا ہے لیکن اگر اچھا نہ بھی بن سکیں تب بھی عبادت لازم ہے وہ تو کسی حالت میں نہیں ٹلے گی، پس عبادتوں کو قائم کریں۔

ایک خوشی کی خبر

اس پہلو سے میں ایک خوشی کی خبر آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جس سے مجھے بہت خوشی پہنچی۔ ساری جماعت کو بھی اس میں شامل ہونا چاہیئے۔ میں نے اپنے خطبہ جمعۃ الوداع میں یہ کہا تھا کہ مجھے ابھی سے فکر لگ رہی ہے کہ عید کے دن مسجدوں کا کیا حال ہو گا۔ وہ مسجدیں جو جمعۃ الوداع میں بھر گئی ہیں وہ عید والے دن کہیں نمازیوں کو تلاش نہ کریں اور ان پر بے رونقی نہ آ جائے کہ سارے لوگ اپنی عبادتیں جمعۃ الوداع کے ساتھ ہی وداع کر بیٹھے ہوں۔ اللہ کے فضل سے اس سلسلہ میں مجھے جو پہلی رپورٹ ملی وہ ربوہ کی طرف سے تھی وہاں تقریباً ساری رات خدام اور انصار اور بچّے منصوبے بناتے رہے اور پھر نماز

سے کافی وقت پہلے علی الصبح انہوں نے گھر گھر کی کُنڈی کھٹکھٹائی اور اس کے نتیجہ میں عید والے دن اتنے نمازی اکٹھے ہوئے کہ بعض لکھنے والوں نے جو انتظام سے الگ لکھنے والے ہیں یعنی انتظام میں شامل نہیں تھے بلکہ زائر تھے انہوں نے لکھا کہ ہم نے ربوہ کی مساجد میں اور تمام مساجد میں آج تک کبھی صبح کے نمازی اتنی تعداد میں نہیں دیکھے جتنے عید والے دن تھے تو آپ نے تو یہ کہہ کر میری عید بنا دی اور باقی جماعتوں کی طرف سے بھی اسی قسم کی خوشیوں کی خبریں ملی ہیں لیکن اس عید کو دائمی کریں تو مزہ ہے۔ عارضی عیدوں کا کیا فائدہ جو اپنے پیچھے غم چھوڑ جائیں۔ اس لئے نماز کو چمٹ جائیں اور اس کو ایک دائمی حقیقت بنا لیں۔ یہ آپ کی زندگی کا ایک ایسا جزو ہو جیسے سانس ہوا کرتے ہیں۔ سانسوں کے بغیر انسان رہ ہی نہیں سکتا، اسی طرح حقیقت میں عبادت کے بغیر بھی کسی انسان کی یا قوم کی روحانی زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ پس ایک تو باہر سے کنڈی کھٹکھٹانے والے ہیں جو اس دن آپ نے مہیا کئے ہیں۔ یہ کنڈی کھٹکھٹانے والے مستقل مزاجی سے کنڈیاں نہیں کھٹکھٹا سکتے۔ مجھے انتظاموں کا لمبا تجربہ ہے۔ خدام الاحمدیہ کی مختلف سطح پر میں نے کام کئے ہوئے ہیں اور مختلف تنظیموں میں کام کئے ہوئے ہیں، کچھ عرصہ تک لوگ جوش دکھاتے ہیں، کنڈیاں کھٹکھٹا دیتے ہیں اور کچھ دیر کے بعد آہستہ آہستہ تھک کر رہ جاتے ہیں اور وہ لوگ جن کو بار بار سہارا دے کر آگے لے جانے کی عادت پڑ گئی ہو جب سہارا نہیں رہتا تو وہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس لئے یہ کوئی دائمی علاج نہیں ہے۔

ایک دن کی خوشی تو ہے لیکن کوئی ایسی خوشی نہیں جو ہمیشہ کی خوشی بن چکی ہو۔ اس کا ایک ہی علاج ہے کہ ہر نفس کے اندر سے ایک کنڈی کھٹکھٹانے والا پیدا ہو جائے اس سے بہتر کوئی کنڈی کھٹکھٹانے والا نہیں جو ضمیر میں سے جاگ اٹھے اور انسان کو بے چین کر دے جب تک وہ زندہ رہے جب وہ سانس لیتا رہے وہ ضمیر کا کنڈی کھٹکھٹانے والا ضرور کنڈی کھٹکھٹاتا رہے گا وہ کبھی نہیں تھکا کرتا بلکہ وقت کے گزرنے کے ساتھ وہ زیادہ طاقتور ہو کر ابھرتا ہے اور یہ وہ نفسیاتی حقیقت ہے کہ جسے قومیں اگر پیش نظر رکھیں تو جینے کا راز بھی مل جائے گا اور مرنے کا راز بھی مل جائے گا کیونکہ یہ کنڈی کھٹکھٹانے والا بدی کے لئے بھی کھٹکھٹاتا ہے اور نیکی کے لئے بھی کھٹکھٹاتا ہے۔ آپ اس کو جتنا بدی کا چسکا ڈالیں اُتنا ہی قوت اور زور کے ساتھ وہ بدی کی کنڈیاں کھٹکھٹاتا ہے۔ جن کو راتوں کو اٹھ کر گناہ کرنے کی عادت ہے ان کا یہ کنڈی بردار، کنڈی کھٹکھٹانے والا راتوں کو ان کو جگاتا ہے چین نہیں لینے دیتا جب تک وہ اپنے گناہوں کی تمناؤں کو پورا نہ کر لے۔ ایک نیکیوں کا کنڈی کھٹکھٹانے والا بھی ہوا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر طرف کنڈی کھٹکھٹا کر نئی طاقت پاتا ہے۔ نیا عزم اور نیا ولولہ اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے کھٹکھٹانے میں زیادہ شوکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ تھکتا کبھی نہیں۔ پس اپنے ضمیر کے کنڈی کھٹکھٹانے والوں کو جگائیں اور ہر وہ شخص جو میری بات کو سن رہا ہے وہ اپنے ضمیر میں اس جگانے والے کو تلاش کرے۔ وہ سویا ہوا ہے وہ جاگ جائے تو ہو نہیں سکتا کہ نمازی سو جائیں۔ اس کو جگانے کی ضرورت ہے اور جب وہ جاگ جائے تو شیطان کے اثر سے باہر چلا جاتا ہے۔ شیطان دخل بھی دے تو پچھتاتا ہے۔

نماز کے متعلق ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کے متعلق یہ روایت آتی ہے کہ بہت نمازی تھے، نمازوں سے بہت شغف تھا۔ ایک دفعہ نماز کے لئے اٹھے تو شیطان نے بہلا کر دوبارہ سُلا دیا کہ ابھی تو بہت وقت پڑا ہے۔ تھک گئے ہو تو تھوڑا سا آرام کر لو۔ پھر اٹھ جانا اور اس طرح ان کی نماز ضائع ہو گئی۔ پہلی نماز تھی جو ضائع ہوئی۔ ان کو اتنا صدمہ پہنچا، اتنا صدمہ پہنچا کہ سارا دن اللہ تعالیٰ سے معافیاں مانگتے ہوئے روتے اور چیختے گزر گیا۔ دوسرے دن جب سوئے ہیں تو نماز سے پہلے کسی جگانے والے نے ان کو جگایا کہ اٹھو، نماز پڑھو۔ انہوں نے کہا، ہاں میں اٹھتا ہوں لیکن تم ہو کون؟ اس نے کہا، میں شیطان ہوں۔ انہوں نے کہا، شیطان نماز کے لئے جگانے کے لئے آیا ہے۔ اس نے کہا، ہاں! کل مجھ سے بڑی غلطی ہوئی تھی، کل جو میں نے تمہیں سُلا دیا اور تم اتنا پچھتائے ہو، اتنا روئے ہو کہ خدا تم سے اتنا راضی ہوا کہ کبھی کسی نماز پڑھنے والے سے ایسا راضی نہیں ہوا ہو گا تو میں تو خدا کی ناراضگی دینے کے لئے آتا ہوں۔ میں کیا غلطی کر بیٹھا اب میں تمہیں جگانے کے لئے آیا ہوں تاکہ خدا دوبارہ تم سے راضی نہ ہو جائے۔ اب اسے ایک حکایت کہہ لیں یا کسی شخص کی سوچی ہوئی ایسی تدبیر ہے جس سے نمازوں کی طرف توجہ دلانے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اس کے اندر حقیقت ہے۔ وہ شخص جس کا ضمیر نماز میں اٹک چکا ہو، نمازی بن چکا ہو۔ اُس سے جب بھی نماز میں غفلت ہوتی ہے اس کو شدید کچو کے ملتے ہیں اور اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ اس تکلیف کے نتیجہ میں گناہ کی بجائے اس کو ثواب ملتے ہیں اور اگلی نمازوں کے لئے مزید طاقت نصیب ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے کتنی ہی بار جہاد اور غزوات میں حصہ لیا اور بڑے بڑے دکھ اُٹھائے، بڑی تکلیفیں اٹھائیں لیکن کسی تکلیف کا، کسی دکھ کا کوئی شکوہ آپ کے ہاں نہیں ملتا سوائے ایک دفعہ کے۔ جنگ احزاب کے موقعہ پر جبکہ دشمن نے ایک دن اتنا مصروف رکھا کہ اپنے وقت پر نمازیں نہ پڑھی جا سکیں اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے عشاء کے وقت پانچوں نمازیں اکٹھی پڑھائیں تو اس وقت بڑی حسرت سے کہا کہ ان لوگوں پر لعنت ہو جنہوں نے ہمیں نمازوں سے محروم کر دیا۔ لعنت کے لفظ بولے یا تُف کے کہے یا ویسے ہی اظہار افسوس کیا۔ مجھے قطعی طور پر یاد نہیں لیکن یہ پتہ ہے کہ روایت کرنے والے بتاتے ہیں کہ بے حد دُکھ کے ساتھ آپ نے ان کلمات کو ادا فرمایا کہ آج اکٹھی نمازیں قضاء کرنی پڑی ہیں یعنی وقت سے الگ پڑنی پڑی ہیں تو ایسی نمازیں جو اس دُکھ کے ساتھ قضاء کی جاتی ہیں اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ ان کا ثواب ان نمازوں سے بہت زیادہ ہے جن کو انسان رسمی طور پر ادا کرتا ہے اور جن کے ہونے نہ ہونے سے اس کے اوپر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کوئی نماز کھوئی گئی تب بھی کوئی تکلیف نہیں۔ پڑھی گئی تو خاص لذت کے ساتھ نہیں پڑھی گئی۔ پس ہر نمازی کو جب تک خود نماز کے ساتھ تعلق قائم نہ ہو جائے اس وقت تک ہم حقیقت میں نمازوں کو قائم نہیں کر سکتے اور جو شخص اپنے ضمیر کے تعلق کے نتیجہ میں یعنی جس کے ضمیر کو نماز سے ہمیشہ کی وابستگی ہو جائے، جو اس کے نتیجہ میں نمازیں پڑھتا ہے اس کے تقویٰ کی اللہ حفاظت فرماتا ہے، وہ ہے جو حقیقت میں خدا کی نظر میں متقی بنتا چلا جاتا ہے کیونکہ ہر عبادت کے بعد اُسے خدا کی طرف سے ایک تقویت نصیب ہوتی ہے اور اس کا تقویٰ آسمان سے اترتا ہے۔ پس میں دنیا کی تمام جماعتوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے تقویٰ

کی حفاظت کریں اور تقویٰ کی حفاظت کرنی ہے تو عبادتوں کی حفاظت کریں اور پھر جب آپ دنیا میں کوئی بھی انتخاب کریں گے تو خواہ وہ مجلس شوریٰ کا ہو یا عہدیداران کا ہو وہ انتخاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا یافتہ ہوگا۔

ایک غیر معمولی روحانی لذت کا نظارہ

اس ضمن میں اب مختصراً میں آپ کو یہاں کی عید کا بھی ایک قصہ سناتا ہوں۔ یہاں جو عید منائی گئی وہ اس لحاظ سے ایک غیر معمولی عید تھی کہ دنیا میں کہیں عید کی نماز پر اتنے بوسنین اکٹھے نہیں ہوئے تھے جتنے اسلام آباد میں اکٹھے ہوئے اور ایک غیر معمولی روحانی لذت کا نظارہ تھا جب مختلف علاقوں سے آئے ہوئے بوسنین بسوں سے اترتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف بڑھتے تھے، ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ جماعت احمدیہ کے پیار سے متاثر ہو کر ان کے چہروں کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور وہاں بعض ایسے ایسے نظارے دیکھے گئے ہیں کہ جنہوں نے دیکھا ہے ان کی روحیں ہمیشہ کے لئے ان سے متاثر ہو گئی ہیں۔ ایک بس سے ایک ماں اتری جس کا بچہ بوسنیا میں کھویا گیا تھا اور وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ مر چکا ہے اور ایک دوسری بس سے وہی بچہ جو اُس کے نزدیک کھویا گیا تھا وہ اُتر رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف اس طرح لپکے ہیں کہ بیان کرنے والے بتاتے ہیں کہ ہم بیان نہیں کر سکتے کہ وہ کیا نظارہ تھا۔ ماں بے اختیار بچے کے گلے سے لپٹی اور بچہ ماں سے لپٹا اور روتے ہوئے اس طرح خوشی سے آنسو بہائے ہیں کہ دیکھنے والے بھی رونے لگ گئے لیکن ایک اور نظارہ ایسا تھا کہ دو بہنیں آپس میں ملیں اور بیان کرنے والے بتاتے ہیں کہ ان کا بھی ملنے کا نظارہ تھا وہ تو ماں بیٹے کے نظارے سے بھی بڑھ گیا۔ بڑی عمر کی ایک بہن تھی، ایک چھوٹی عمر کی بہن اور بڑی عمر کی بہن سمجھتی تھی کہ میری چھوٹی عمر کی بہن وہاں ضائع ہو گئی اور سفاکوں کے ہاتھ چڑھ گئی۔ اس کے نتیجہ میں اس کی جان کو ایک روگ لگا ہوا تھا۔ اس نے جب ایک بس سے اپنی چھوٹی بہن کو اُترتے دیکھا تو اچانک جو اس کی کیفیت ہوئی وہ ناقابل بیان ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی طرف دوڑیں اور لپٹ کر اس طرح چیخیں مار مار کر روئی ہیں کہ جہاں جہاں وہ آواز پہنچتی تھی سارے سننے والے رو پڑے اور ان کی خوشی کے آنسوؤں میں دور دور تک سب دیکھنے والے احمدیوں کے خوشیوں کے آنسو شامل ہو گئے۔ عجیب طرح کی وہ عید منائی گئی ہے اور اسی قسم کی عیدیں یورپ میں دوسری جگہ بھی منائی گئی ہیں۔ پاکستان میں بھی جو عیدیں منائی گئیں ان میں غریبوں کو اپنے ساتھ شامل کیا گیا اور جیسا کہ میں نے نصیحت کی تھی عیدوں کی صبحیں تو نمازوں سے معطر ہو گئیں اور نمازوں سے منور ہو گئیں اور عیدوں کے دن غریبوں کی ہمدردی سے روشن ہوئے اور غریبوں کی ہمدردی سے انسان کو رضائے باری تعالیٰ کا جو نور ملتا ہے اس نور سے روحیں نہا گئیں۔ بہت ہی پُر لطف کیفیات پر مشتمل خطوط ملتے ہیں اور لوگ بتاتے ہیں کہ اس طرح ہماری عیدیں سنور گئیں اور بہت ہی مزا آیا جو عام حالات میں عیدیں منانے کا مزا نہیں آیا کرتا تو خدا کے فضل سے دنیا میں ہر جگہ جماعت احمدیہ نے ایک ایسی عید منائی ہے کہ جس عید میں باقی لوگ شریک نہیں ہو سکتے۔ ان بیچاروں کی پہنچ نہیں، ان کی دسترس نہیں جماعت احمدیہ کا جو یہ پہلو ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک عظیم نشان ہے کیونکہ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کی روح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے تعلق کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی، ناممکن ہے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی قوموں کا جائزہ لے کر آپ دیکھیں یہ روح جو نیکی کی بات سنتے ہی انسان کو خود بخود طوعی طور پر تعاون پر مجبور کر دیتی ہے اس روح کا تعلق محمدیت سے ہے اور خاتمیت کا یہ معنی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے سوا اب یہ روح آپ کو کہیں اور سے میسّر نہیں آسکتی۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے سچے اور کامل غلام نہ ہوتے تو ناممکن تھا کہ آپ کی جماعت کو یہ ایسی روح ملتی کہ دنیا کے پردے پر دنیا کی کوئی اور جماعت یہ دعویٰ بھی نہیں کر سکتی کہ ہم اطاعت میں اور خدا کی رضا کی خاطر اطاعت میں جماعت احمدیہ کے ساتھ کوئی مماثلت بھی رکھتے ہیں۔ دنیا میں کروڑوں اربوں مسلمان موجود ہیں، عیسائی موجود ہیں، ہندو سکھ ہر قسم کے لوگ موجود ہیں مگر آپ نگاہ ڈال کر دیکھ لیں آپ کو یہ روحِ اطاعت جیسی جماعت احمدیہ میں ہے اور نیکی کی خاطر جھک جانے کی یہ صلاحیت جو جماعت احمدیہ میں ہے اور کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ ایک آواز پر ساری دنیا میں دلوں میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور انسان پورے جذبہ اور روح کے ساتھ دوڑتا ہوا اس آواز پر لبیک کہتا ہوا چلا آتا ہے۔ پس ایک حج تو وہ ہوتی ہے جو سال میں ایک دفعہ حج سکھانے کے لئے آتی ہے اور ایک حج وہ ہے جب کُل عالم میں مسلمان اَللّٰھُمَّ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے نیکی کی طرف دوڑتے ہیں۔ یہ وہ حج ہے جو دائمی حج ہے جس کی حالت میں مومن زندگی بسر کرتا ہے۔

اپنا تقویٰ خود کمائیں

آج اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو یہ حج نصیب ہے اور آپ نے دنیا میں کسی اور کو نیکیوں پر ایسا لبیک کہتا ہوا نہیں دیکھا ہوگا۔ چندوں کی تحریک کرو تو عورتیں زیور اُتار اُتار کر پھینکنے لگتی ہیں۔ لوگ قرضے لے کر اس امید پر چندے دیتے ہیں کہ خدا رزق بڑھائے گا۔ حیثیت سے بڑھ کر چندے دیتے اور پھر اللہ کی حیرت انگیز تائید کے نشان دیکھتے ہیں۔ ادھر ایک وعدہ کیا اور جانتے ہیں کہ نہیں لیکن سابقہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ وعدہ اتنے خلوص سے کیا جاتا تھا کہ خدا خود سامان کر دیتا تھا اور ادھر واقعۃً پھر دوبارہ وعدہ پورے کرنے کے سامان غیب سے ہو جاتے ہیں پس یہ جماعت متقیوں کی جماعت ہے۔ میں اس کو پہلے مضمون کے ساتھ باندھ کر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب میں تاکید کرتا ہوں کہ دیکھو تقویٰ کرو، تقویٰ کرو تو مراد یہ نہیں ہے کہ میں آپ کو تقویٰ سے خالی دیکھتا ہوں۔ اگر تقویٰ سے خالی دیکھتا تو یہ باتیں مجھے دکھائی نہ دیتیں جو میں بیان کر رہا ہوں لیکن میں خطرات کے بعض مقام ضرور دیکھتا ہوں۔ پہلے کا کمایا ہوا تقویٰ ہے جو سہارا دے رہا ہوتا ہے۔ متقیوں کی اعلیٰ روایات ہیں جو آپ کے جماعتی وجود کا حصہ بنی بیٹھی ہیں۔ اگر خود تقویٰ نہ کمایا تو اس کمائی پر زیادہ عرصہ گزارا نہیں ہوگا۔ آپ ہیں تو متقیوں کی جماعت لیکن اپنے باپوں کا تقویٰ نہ کھائیں۔ اپنے لئے تقویٰ پیدا کریں اور اپنی اولاد کے لئے تقویٰ چھوڑ کر جائیں تب آپ اس دُعا کو اپنے حق میں قبول ہوتا دیکھیں گے کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اے ہمارے رب ہمیں متقیوں کا امام بنانا۔

جماعت کو ایک نصیحت

اب آخر پر بظاہر ایک بے تعلق سی بات ہے لیکن اس میں بھی نیکی کا ایک پیغام دینا مقصود ہے اور وہ یہ بات ہے کہ آج سے ایک سال پہلے میری اہلیہ کا انتقال ہوا۔ اس ضمن میں کچھ نصیحتیں میں نے اس دن بھی جماعت کو کی تھیں اور ایک نصیحت آج بھی کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے بیماری کے آخری ایام میں یہ ذکر کیا کہ اگر خدا مجھے توفیق دے تو میری خواہش ہے کہ میں اپنی بچیوں کی شادی دیکھ سکوں تو میں خدا کی خاطر بعض غریب بچیوں کی شادی کراؤں گی۔ میں نے ان کی زندگی میں ہی اس نیّت کو پورا کر دیا اور اُن کو بتا دیا کہ تم ایک بچّی کی کہہ رہی ہو میں چار کی کروا بیٹھا ہوں اور آئندہ بھی تمہاری خاطر تمہاری تمنّا کو پورا کرتے ہوئے شادیاں کرواتا رہوں گا۔ اس میں دو نصیحتیں ہیں جو میں جماعت کو کرنا چاہتا ہوں۔ اوّل یہ کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی منّت مانگیں، کسی شرط کے ساتھ کوئی دعا کریں کہ اے خدا! تو یُوں کر دے گا تو ہم یوں کریں گے تو کبھی یہ نہ کریں کہ خدا بظاہر ان کی دُعا کو قبول نہ کرے تو وہ اپنی منّت سے پیچھے ہٹ جائیں۔ یہ ایک بے ادبی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کی ایک قسم کی ناشکری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بچپن سے مجھے یہ گُر سمجھائے رکھا ہے کہ جب بھی منّت مانگو تو اگر خدا تمہیں بظاہر اس دُعا کو قبول کرتا ہوا نہ بھی دکھائی دے تب بھی اس منّت کو ضرور پورا کرو۔ یہ خدا سے حسنِ خلق میں آگے بڑھنے والی بات نہیں۔ حقیقت میں خدا کے پیچھے چلنے والی بات ہے کیونکہ جو لوگ دُعا کی حقیقت سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جو دُعائیں بظاہر نامقبول ہوتی ہیں خدا بھولتا نہیں ہے۔ کسی حکمت کے پیشِ نظر بندے کی دُعا قبول نہیں بھی فرماتا تو بعد میں اس دُعا کے بدلے سو طرح سے اور چیزیں قبول فرماتا چلا جاتا ہے اور احسانات کا سلسلہ ترک نہیں فرماتا اور بعض دفعہ کچھ عرصہ کے بعد انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ دُعا کا اس طرح مقبول نہ ہونا بھی ایک رحمت تھی اور اگر انسان باریک نظر سے اللہ تعالیٰ کے نشانات کا تتبّع کرے، ان کے تجسّس میں رہے تو اُسے بارہا اس دُعا کے تعلق میں خدا کا غیب کا ہاتھ احسانات کرتا ہوا دکھائی دے گا۔ پس اس مضمون کو سمجھنے کے نتیجہ میں مجھے کبھی بھی اس بات میں تردّد نہیں ہوا کہ بظاہر منّت کی وہ شرط پوری نہیں ہوئی اس لئے منّت پوری نہ کی جائے بلکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ خدا نے تو وہ پورا کرنا ہی کرنا ہے۔ ہم نہ پیچھے رہ جائیں۔ اس لئے اللہ سے نیکی کا جو وعدہ کر لیا جائے وہ مشروط نہیں رہنا چاہیئے وہ ضرور پورا ہونا چاہیئے اور اس کے نتیجہ میں اللہ پھر مزید احسان فرماتا ہے۔ پس ایک تو یہ نکتہ سمجھانا مقصود تھا کہ آپ بھی اپنی مصیبتوں میں یا مشکلات میں یا ویسے اپنی تمناؤں کی طلب میں اللہ تعالیٰ سے بعض دفعہ یہ عرض کر بیٹھتے ہیں کہ اے خدا یوں کر دے تو میں یُوں کروں۔ تو اللہ تعالیٰ اس طرح کرتا ہوا نہ بھی دکھائی دے تب بھی آپ اس طرح ضرور کریں جو آپ نے خدا کے حضور عاجزانہ منّت مانگی تھی، نیّت کی تھی یا نیکی کا ایک مشروط وعدہ کیا تھا۔

غریب بچیوں کی شادی کروانے کی تحریک

دوسری بات یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو میں بالعموم یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے ہاں غریب بچیوں کی شادی کروانے کو رواج دیں یہ کوئی ایسا نظام نہیں۔ ہے جس کے لئے چندے کی کوئی تحریک کر رہا ہوں۔ میں صرف متوجہ کر رہا ہوں کہ ہمارے معاشرہ میں بہت سے ایسے غریب ہیں جن کی بچیاں شادی کی عمر کو پہنچ جاتی ہیں اور اُن کے لئے شادی کے کوئی سامان نہیں ہوتے اور ماں باپ اس غم میں گھلتے ہیں اور کُڑھتے چلے جاتے ہیں اور دینی غیرت کا تقاضا ہے یا اپنی عزّتِ نفس کا تقاضا ہے۔ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ بھی نہیں پھیلا سکتے۔ خلیفۂ وقت سے چونکہ بے تکلّفی ہوتی ہے اس لئے ان میں سے بعض لکھ دیتے ہیں۔ بہت سے نہیں بھی لکھتے ہوں گے مگر بہت سے ایسے ہیں جو بیچارے بغیر سامان کے بیٹھے ہیں اور ان کو دو سادہ جوڑے دے کر بھی بچی رخصت کرنے کی استطاعت نہیں ہے۔ اس لئے میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ جماعت کے صرف متموّل دوست ہی نہیں بلکہ درمیانی حیثیت کے دوست بھی اگر یہ نیّت باندھ لیں کہ ہم اپنی بچیوں کی شادی پر جو خرچ کرتے ہیں اُن کا دسواں حصّہ یا پانچواں حصّہ کسی غریب کی بچّی پر خرچ کریں گے تو وہ روپیہ جماعت کو نہ دیں بلکہ اگر وہ تلاش کرنا چاہیں تو جماعت کے نظام کو مطلع کر دیں کہ ہماری نیّت ہے کہ اس سال ایک شادی کروائیں گے، دو کروائیں گے، تین کروائیں گے اور ہماری توفیق کے مطابق اندازاً اتنا خرچ ہوگا تو آپ کے علم میں اگر ایسے غرباء ہوں تو بصیغۂ راز ہمیں مطلع کر دیں۔ اس میں راز رکھنا ضروری ہے اس لئے بہتر ہو کہ اس نظام کو امراء اور صدران اپنے ہاتھ میں رکھیں اور پھیلائیں نہیں۔ پھر اُن کے علم میں جو بھی خاندان ہوں ان کا ذکر مخفی طور پر ان خواہشمند دوستوں کے سامنے کر دیا جائے یا لکھ کر بھجوا دیا جائے اور باقی پھر اُن کو آپس میں ایک دوسرے سے تعلق استوار کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ جو لوگ بالکل مخفی ہاتھ سے یہ کام کرنا چاہیں وہ اُن کو رقم بھجوا سکتے ہیں اور اُن کے سامنے نہ آنا چاہیں تو نہ آئیں اور وہ لوگ جو دکھاوے کی خاطر نہیں بلکہ اس نیکی کا لطف اٹھانے کے لئے اور اس سے مزید نیکیوں کی روح حاصل کرنے کی خاطر ان سے ذاتی تعلق قائم کر کے پھر مخفی ہاتھ سے ان کی مدد کرتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے۔ پس ساری دنیا میں ہمیں غریبوں کی شادیوں پر ان کی مدد کا یہ نظام جاری کر دینا چاہیئے اور آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کے ذریعہ اس کی کثرت سے تشہیر کرنی چاہیئے اور ایسا ہو کہ کوئی بھی ایسا غریب احمدی گھرانہ نہ رہے جس کی شادی کی ضرورتوں میں اس کے بھائی شریک نہ ہوئے ہوں۔ ایک تو تحفہ دینے کا طریق ہے وہ تو ہوتا ہی ہے لیکن غریبوں تک بہت تھوڑے تحفے پہنچتے ہیں۔ اکثر تحفے تو اوپر کی سطح پر ہی آپس میں گھومتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں جو نظام بیان کر رہا ہوں یہ بہت ضروری ہے جہاں تک یورپ اور امریکہ کے احمدیوں کا تعلق ہے ان کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ شادی کے قابل بوسنین بچیوں کی تلاش کریں اور بڑی آسانی کے ساتھ یہ اُن کیمپوں سے پتہ چل سکتا ہے جہاں وہ رہتے ہیں اور ہر شخص جو کسی بوسنین بچّی کی شادی کی توفیق رکھتا ہو وہ اُن سے تعلق قائم کر کے اپنی پیشکش کر دے تو اس طرح ساری دنیا میں غرباء کی شادی میں سب احمدی شریک ہو جایا کریں گے اور جو اللہ کی رضا کی خاطر غرباء کی شادیوں میں شریک ہوتے ہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اُن کی شادیوں میں اللہ اور اس کے فرشتے شامل ہوا کریں گے۔ ان کی اپنی شادیوں کو برکت ملے گی۔ وہ شادیاں خدا کے حضور معزز لکھی جائیں گی۔ پس اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور نیکی کی جو نئی نئی راہیں اللہ ہمیں دکھاتا ہے اُن پر تیزی سے اور مضبوطی کے ساتھ اور مستقل مزاجی کے ساتھ ہمیشہ آگے بڑھتے رہنے کی توفیق عطا ہوتی رہے۔

ہماری جماعت کے واعظ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات عالیہ

یہ امر بہت ضروری ہے کہ ہماری جماعت کے واعظ تیار ہوں ۔ لیکن اگر دوسرے واعظوں اور ان میں کوئی امتیاز نہ ہو تو فضول ہے ۔ یہ واعظ اس قسم کے ہونے چاہئیں۔ جو پہلے اپنی اصلاح کریں اور اپنے چلن میں ایک پاک تبدیلی کرکے دکھائیں تاکہ ان کے نیک نمونوں کا اثر دوسروں پر پڑے عملی حالت کا عمدہ ہونا یہ سب سے بہترین وعظ ہے ۔ جو لوگ صرف وعظ کرتے ہیں مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے ہیں ۔ وہ دوسروں پر کوئی اچھا اثر نہیں ڈال سکتے ۔ بلکہ ان کا وعظ بعض اوقات اباحت پھیلانے والا ہوجاتا ہے ۔کیونکہ سننے والے جب دیکھتے ہیں کہ وعظ کہنے والا خود عمل نہیں کرتا ۔ تو وہ ان باتوں کو بالکل خیالی سمجھتے ہیں ۔ اس لئے سب سے اول جس چیز کی ضرورت واعظ کو ہے وہ اس کی عملی حالت ہے ۔ دوسری بات جو ان واعظوں کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ان کو صحیح علم اور واقفیت ہمارے عقائد اور مسائل کی ہو ۔ جو کچھ ہم دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں ۔ اس کو انہوں نے پہلے خود اچھی طرح پر سمجھ لیا ہو اور ناقص اور ادھورا علم نہ رکھتے ہوں کہ مخالفوں کے سامنے شرمندہ ہوں ۔ اور جب کسی نے کوئی اعتراض کیا تو گھبرا گئے کہ اب اس کا کیا جواب دیں ۔ غرض علم صحیح ہونا ضروری ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ ایسی قوت اور شجاعت پیدا ہو ۔کہ حق کے طالبوں کے واسطے ان میں زبان اور دل ہو یعنی پوری دلیری اور شجاعت کے ساتھ بغیر کسی قسم کے خوف و ہراس کے اظہار حق کے لئے بول سکیں اور حق گوئی کے لئے ان کے دل پر کسی دولت مند کا متمول یا بہادر کی شجاعت یا حاکم کی حکومت کوئی اثر پیدا نہ کرسکے ۔ یہ تین چیزیں جب پیدا ہوجائیں ۔ تب ہماری جماعت کے واعظ مفید ہوسکتے ہیں ۔

یہ شجاعت اور ہمت ایک کشش پیدا کرے گی جس سے دل اس سلسلے کی طرف کھچے چلے آئیں گے ۔ مگر یہ کشش اور جذب دو چیزوں کو چاہتی ہے جن کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی ۔ اول پورا علم ہو ۔ دوم تقویٰ ہو ۔ کوئی علم بدوں تقویٰ کے کام نہیں آتا اور تقویٰ بدوں علم کے نہیں ہو سکتا ۔ سنت اللہ یہی ہے ۔ جب انسان پورا علم حاصل کرتا ہے تو اسے حیا اور شرم بھی دامنگیر ہو جاتی ہے ۔ پس ان تینوں باتوں میں ہمارے واعظ کامل ہونے چاہیئے ۔ اور یہ میں اس لیے چاہتا ہوں کہ اکثر ہمارے نام خطوط آتے ہیں ۔ فلاں سوال کا جواب کیا ہے ؟ فلاں اعتراض کرتے ہیں اس کا کیا جواب دیں ؟ اب ان خطوط کے کس قدر جواب لکھے جاویں ۔ اگر خود یہ لوگ علم صحیح اور پوری واقفیت حاصل کریں اور ہماری کتابوں کو غور سے پڑھیں تو وہ ان مشکلات میں نہ رہیں ۔

(روحانی خزائن نمبر2 ، جلد3 ، صفحہ270 - 369)

آسمانِ احمدیت کے

درخشندہ ستارے

مکرم بشیر احمد صاحب رفیق، لندن

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ الانعام: آیت ۹۷)

سورہ انعام کی اس آیت میں ستاروں کی رہنمائی کا ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں بحر و بر سے مراد انسانوں کے دو طبقے عوام الناس اور علماء ہیں۔ ایک دوسری آیت میں فرمایا وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ کہ راتوں کے مسافر ستاروں کی مدد سے اپنی راہ متعین کرتے ہیں۔

سورہ صٰفّٰت کی آیت ۷ اور ۸ میں ستاروں کو آسمان کے لئے زینت اور حفاظت کا ذریعہ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْکَوَاکِبِ ○ وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطَانٍ مَّارِدٍ ○

جن دانشوروں کو کبھی رات کی تنہائیوں میں آسمان میں ٹکے ہوئے ان آبدار موتیوں کی چمک دمک مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے اس کے حسن و جمال کا اپنے کلام میں تذکرہ کیا ہے۔ اور رات کے حسین و جمیل منظر کو دن کی روشنی پر ترجیح دی ہے۔ ایک شاعر اس منظر سے متاثر ہو کر کہتا ہے۔ ع

کھاتا ہے دن بھی تاروں بھری رات کی قسم

رات کے اسی حسین منظر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا

قارئین کرام! اس مضمون "سمائے احمدیت کے درخشندہ ستاروں" کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ احمدیت کے آسمان پر جو چاند طلوع ہوا اور جس کی ضیا پاشی سے سارا عالم بقعۂ نور ہوا۔ اس کی روشنی اور تمام تر چمک دمک اُس روحانی سُورج سے مستعار ہے جو حجاز کے افق پر طلوع ہوا۔ لیکن جو چمک، روشنی اور نور آمنہ کے اس آفتاب میں ہے۔ اسے اگر سورج سے تشبیہ دوں تو تشبیہ کا حق ادا نہیں ہو سکتا کہ جو نور اُس میں ہے وہ سورج میں کہاں۔ جس چاند نے اس آفتاب کی روشنی کو مشاہدہ کیا تھا وہ اس کی حقیقت کچھ یوں بیان فرماتے ہیں

آں شہِ عالم کہ نامش مصطفےٰ
سیّدِ عشاقِ حق شمس الضحٰے
حُسنِ روئے اُو بہ از صد آفتاب و ماہتاب
خاکِ کُوئے اُو بہ از صد نافۂ مشکِ تتار
(براہین احمدیہ)

یعنی وہ دُنیا کا بادشاہ جس کا نام مصطفےٰ ہے۔ جو خدائے واحد و یگانہ کے سردار اور چاشت کے سورج ہیں۔ چاشت کا سورج اس لئے فرمایا کہ تا روشنی کی حدّت اور تمازت کا تصور نہ ہو۔ اس کے چہرے کا حُسن سو سورجوں اور چاندوں سے بڑھ کر ہے اور اس کے کوچے کی خاک تاتار کے سینکڑوں نافوں سے بڑھ کر ہے۔ اس سورج کے بعد چاند طلوع ہوا جس کی اپنی کوئی روشنی نہ تھی۔ سب اس سورج سے مستعار تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں۔ مجھے جو کچھ ملا ہے یہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی شعاعوں کے انوار کی وجہ سے ہے۔

وہ ہے میں چیز کیا ہوں، بس فیصلہ یہی ہے

لیکن بخدا اس اندھیری اور تاریک و تار رات میں جب یہ چاند اپنے ستاروں کے جلو میں جلوہ فگن ہوا تو پھر آسمان کی سج دھج نے دُنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ آقائے مدنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔

اصحابی کالنجوم۔ بایہم اقتدیتم اھتدیتم

یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ جس کی بھی پیروی کرو گے راہنمائی حاصل کرو گے۔ اس منور چاند نے ہمیں اس طرح اشارہ کیا۔

مسیحِ وقت اب دُنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مُبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

سمائے احمدیت کے درخشندہ ستاروں میں سب سے پہلے میں اُس روشن ستارے کا ذکر کروں گا جسے مسیح پاک علیہ السلام نے اس افق پر طلوع ہوتے ہی فرمایا تھا۔ ھٰذا دُعائی۔ کہ یہ میری دُعا کا ثمرہ ہے۔ میری مراد حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے ہے۔ یہاں میں یہ بھی وضاحت کرتا چلوں کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے مامور کا انتخاب کرتا ہے تو اس کے ساتھیوں کا انتخاب بھی خود ہی فرماتا ہے۔ یہ نکتہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان فرمایا ہے۔

آسمان احمدیت پر روشن و درخشندہ اور تابندہ ستاروں کی ایک کہکشاں لگی ہوئی ہے۔ آسمان احمدیت پر بار بار یہ ستارے طلوع ہوتے رہے جن کی ذہانت و لیاقت کا لوہا دنیا بھر نے مانا۔ سفارت ہو یا سیاست، سائنس ہو یا علم و دانش کا کوئی میدان۔ ادب ہو یا ذہنی لیاقت کا کوئی امتحان۔ خدا کے فضل سے احمدی ستاروں نے ہر میدان میں اپنی برتری نمایاں کر کے دکھا دی ہے۔ یہ فہرست بہت طویل ہے اور یہ لذیذ روداد پڑھنے کے بعد دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرتا چلا جائے۔

آسمان احمدیت کے سب سے روشن و رہنما ستارے جنہیں قطب ستارے کہنا مناسب ہوگا اور جنہوں نے ایک عالم کو اپنے روحانی نور سے منور کیا اور جن کے ذریعے لاکھوں بھولے بھٹکے مسافروں نے نشان منزل پایا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء کرام ہیں۔ ان میں سے ہر ایک روشنی اور نور کا مینار ہے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بابرکت وجود لاکھوں اسیروں کی رستگاری کا باعث ہوا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی علوم سے مالا مال کیا۔ آپ ہی کے مبارک زمانۂ خلافت میں احمدیت دنیا کے دور دراز ممالک میں پھیلتی چلی گئی۔ آپ کی ذہانت عظمت اور علم کا لوہا دنیا بھر نے مانا۔ دوست تو دوست دشمن تک نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی خدمت و اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ انتہائی مشکل اور کٹھن حالات میں آپ نے جماعت کی کشتی کو متزلزل نہ ہوتے دیا اور جماعت کے دلوں میں تسکین صبر و اطمینان کا دیا جلائے رکھا۔ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دور خلافت کو ابھی چند ہی سال ہوئے ہیں لیکن اس مختصر عرصۂ امامت میں آپ نے احمدیت کی دنیا ہی بدل دی ہے۔ احمدیت کے پیغام کو دنیا کے کناروں اور دور دراز ممالک میں پہنچانے کے علاوہ آپ نے جماعت کی ترقی کی رفتار کو ایسی مہمیز لگائی ہے کہ جماعت کا ہر دن اس کے گذشتہ دن سے کروڑوں گنا پُر شوکت ہوتا ہے۔

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آسمان احمدیت کے وہ روشن ستارے ہیں جن کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

اس مختصر سے مضمون میں میرے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ میں اس روشن ستارے کی سیرۃ و سوانح پر تفصیل سے روشنی ڈال سکوں صرف چند واقعات آپ کی فدائیت، اخلاص و استقامت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق کے بارہ میں تحریر کرتا ہوں۔

بھیرہ میں آپ کے مکان و مطب کی تعمیر ہو رہی تھی سات ہزار روپے خرچ ہو چکے تھے۔ تعمیر مکان کے سلسلہ میں لاہور آئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو والہانہ عقیدت اور عشق آپ کو تھا، اس نے مجبور کیا کہ چند لمحوں کے لئے قادیان جا کر اپنے آقا کو مل آئیں۔ اس کے بعد کی روداد خود آپ ہی کی زبانی سنیے، فرماتے ہیں۔

"میں کسی ضرورت سے لاہور آیا اور میرا جی چاہا کہ حضرت صاحب کو بھی دیکھوں، اس واسطے قادیان آیا۔ چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانے پر عمارت کا کام شروع ہو چکا تھا۔ اس لئے میں نے واپسی کا یکّہ کرایہ پر کیا تھا۔ یہاں آ کر حضرت صاحب سے ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجازت لے کر رخصت ہوں۔ آپؑ نے اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا 'اب تو آپ فارغ ہو گئے' میں نے کہا کہ ہاں۔ اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ یکّے والے سے میں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ، آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے، کل پرسوں اجازت لیں گے۔ اگلے روز آپؑ نے فرمایا 'آپ کو اکیلے رہنے میں تکلیف ہوگی آپ اپنی ایک بیوی کو بلوا لیں' میں نے حسب الارشاد بیوی کو بلانے کے لئے خط لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلد نہ آ سکوں اس لئے عمارت کا کام بند کر دیں۔ جب میری بیوی آ گئی تو آپؑ نے فرمایا 'آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوا لیں'۔ تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا "دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے، اس کو ضرور بلا لیں"۔"

زندگی بھر آپؓ پھر اپنے وطن بھیرہ تشریف نہیں لے گئے نہ اپنی جائیداد، گھر بار اور عزیز و اقارب کی طرف مڑ کر دیکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در پر دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ قادیان سے باہر جانا بھی آپؓ کے لئے دوبھر ہوتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مجھے ہزار روپیہ روزانہ بھی اس شرط پر پیش کرے کہ قادیان چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں تو میں ہرگز ہرگز یہ پیشکش قبول نہیں کروں گا۔ ایک دفعہ بٹالہ کا ایک ہندو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ حضور حضرت مولوی صاحب کو ان کے ساتھ بٹالہ بھجوا دیں تا اس کی والدہ کے لئے نسخہ تجویز کر سکیں جو بے حد بیمار تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دیتے ہوئے حضرت مولوی صاحب کو فرمایا "امید ہے آپ آج ہی واپس آ جائیں گے"۔ یکّے پر مشکل سے شام تک بٹالے پہنچے مریضہ کو دیکھا، نسخہ تجویز کیا اور واپسی برائے قادیان کا قصد کر لیا۔ راستہ بارش کی وجہ سے کیچڑ سے بھرا ہوا تھا۔ یکّہ بڑی مشکل سے چل رہا تھا۔ آپؓ کو خیال پیدا ہوا کہ اس رفتار سے چلتے ہوئے تو قادیان اسی شام نہیں پہنچ سکتے۔ چنانچہ یکّہ کو رخصت کر کے پیادہ پا قادیان کی طرف چل پڑے۔ جوتیاں اُتار لیں اور ننگے پاؤں کیچڑ اور کانٹوں سے بھری زمین پر چل کر آدھی رات کو قادیان پہنچے۔ پاؤں جگہ جگہ سے زخمی ہو چکے تھے۔

صبح کی نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی، عرض کیا حضور میں رات کو بخیریت واپس پہنچ گیا تھا۔ کسی تکلیف یا پاؤں کے زخموں کا ذکر نہ کیا۔

ایک دفعہ ریاست کشمیر میں جانے کا اتفاق ہوا تو مہاراجہ نے آپؓ سے درخواست کی کہ آپ کشمیر ہی بس جائیں اور ایک بڑی رقم ماہانہ پیش کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ آپؓ نے جواب دیا۔ "اگر مجھے آپ ایک سلطنت بھی بخش دیں تب بھی قادیان کو نہیں چھوڑوں گا۔"

ایک دفعہ ایک تقریر کے دوران فرمایا۔ "لوگ اکسیر اور سنگ پارس تلاش کرتے ہیں۔ میرے لئے تو حضرت میرزا صاحب پارس تھے۔ میں نے اُن کو چھوا تو بادشاہ بن گیا۔"

آپؓ کی فدائیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق و ارادت آپؓ کے اس خط کے الفاظ سے عیاں ہے جو آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا، فرماتے ہیں۔

"میرا جو کچھ ہے میرا نہیں، آپؑ کا ہے۔ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مُراد کو پہنچ گیا۔"

کس کس واقعہ کا ذکر کروں، سینکڑوں واقعات ہیں۔ اطاعت امام اور فدائیت کے ایک واقعہ کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ قیام قادیان کے دوران ایک مرتبہ آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دہلی سے تار بھجوائی کہ بلا توقف چلے آئیں۔ حضرت مولوی صاحب نے مطب میں تار وصول کیا۔ وہیں سے بٹالہ کی طرف پیدل چل پڑے اور گھر پیغام بھجوایا کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دہلی طلب فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ بلا توقف چلے آؤ۔ اس لئے گھر نہیں آسکتا۔ جیب میں کوئی رقم نہ تھی۔ بٹالہ اسٹیشن پر ایک تحصیلدار نے آپؓ کو دیکھا تو بڑی لجاجت سے عرض کیا کہ اسٹیشن کے ساتھ ہی میرا مکان ہے میری والدہ سخت بیمار ہے۔ گاڑی کے آنے میں دیر ہے آپ انہیں دیکھ آئیں۔ آپؓ نے جاکر اس کی والدہ کو دیکھا اور نسخہ تجویز کیا۔ تحصیلدار اسٹیشن تک ساتھ آئے اور گاڑی کا ٹکٹ خرید کر مع ایک صد روپیہ کے آپؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان رضؓ جن کو آپؓ کی صحبت لمبے عرصہ تک نصیب ہوئی، آپؓ کے بارہ میں فرمایا۔

"آپ کے علم کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ علم و عرفان کے ایک بحر بیکراں تھے، قرآنی علوم کی باتیں ہوں کہ حدیث کا بیان ہو آپ نئے سے نئے نکات بیان فرماتے تھے۔ آپ کی گفتگو کا انداز عالمانہ ہوتا تھا مگر اسلوب بیان آسان اور عام فہم، آپ کا علم جامع تھا۔ آپ کے ارشادات سن کر روح کو ایک روحانی سرور حاصل ہوتا تھا اور دل چاہتا تھا کہ آپ کی مجلس میں گھنٹوں بیٹھ کر مستفید ہوتے رہیں۔"

آسمان احمدیت پر ایک اور درخشندہ ستارہ ۱۸۹۳ء میں طلوع ہوا اور رہتی دنیا تک اپنی چمک کے نشان چھوڑ گیا۔ وہ ہیں حضرت شہید مرحوم سید عبداللطیف رضؓ۔ افغانستان کے اس نامور عالم دین اور عاشق رسول نے اپنے خون سے کشت احمدیت کی آبیاری کر کے ہم سب کے لئے ایک ایسا نمونہ چھوڑا ہے جس کو ابد تک احمدی نوجوان حرز جان بنائے رکھیں گے انشاء اللہ۔

۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء کا دن احمدیت کی تاریخ میں ایک یادگار دن ہے۔ اس دن اس کوہ صدق و استقامت کو پابہ جولاں مقتل کی طرف لے جایا گیا۔ شہر کے علمائے سُو اور اوباشوں کا ایک جم غفیر اپنے ہاتھوں میں پتھر اٹھائے ساتھ ساتھ چلا۔ افغانستان کے بدبخت اور ظالم امیر حبیب اللہ نے دم آخریں ان کے قریب آکر ان سے حق سے رُوگردانی کی استدعا کی۔ انعام و اکرام کے وعدے وعید کئے لیکن آپؓ نے فرمایا۔

"نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جان کی کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں۔ مجھ سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا اور میں حق کے لئے مروں گا۔"

(روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۵۹)

پھر فرمایا۔

"میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں، یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص ۵۴)

آپؓ کی اس فقید المثال اور عظیم الشان قربانی کا تذکرہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس خوبصورت انداز میں کیا ہے۔

صد ہزاراں فرسخے تا کوئے یار
دشت پُر خار و بلائش صد ہزار
بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم
ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

یعنی یار کے کوچے تک ہزاروں میل کا فاصلہ تھا۔ راستہ میں کانٹوں بھرا صحرا اور ہزاروں بلائیں اور مشکلات تھیں لیکن اس شیخ عجم کی شوخی تو دیکھو کہ اس پُرخطر بیاباں کو جو لاکھوں میلوں پر محیط تھا ایک ہی قدم میں طے کر لیا۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

"اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تُو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص ۵۸)

مولانا احمد علی حقانی نے آپؓ کی شان میں کیا خوب کہا ہے۔

ترا آنا اک قیامت تھا کہ مُردے جی اُٹھے
ہو گئے پامال سب فتنے تیری رفتار میں
کھا کے پتھر بھی نہ روگرداں ہوا عبداللطیف
جانِ شیریں دی مزے سے کوچۂ دلدار میں

سید عبداللطیف رضؓ کے پاک اور روشن نمونہ نے اپنے بعد

سمائے احمدیت پر سینکڑوں چراغ روشن کئے اور احمدی شہداء کی ہر ملک میں قطاریں لگ گئیں۔ ان شہدائے راہِ مولیٰ نے اپنے خون سے کشتِ احمدیت کی آبیاری کی ہے۔ یہ خون انشاءاللہ رنگ لائے گا۔

آسمانِ احمدیت کا ایک اور درخشندہ ستارہ جن کا انتخاب میں نے لاکھوں ستاروں میں سے کیا ہے، جس کی روشنی اور چمک دمک نے سیاست اور انصاف کی تاریک راہوں کو روشنی بخشی اور اقوام عالم جو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے کی رستگاری کا باعث ہوئے۔ ان کا نامِ نامی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان رضی اللہ عنہ تھا۔ کشمیر، فلسطین، پاکستان، مصر، شام، ایران، مراکش، تیونس، لیبیا، لبنان، شرق اردن الغرض دُنیا بھر کے درجنوں مغلوب و مظلوم اقوام کی آزادی کے لئے آپ نے جو عظیم جدوجہد 'یو، این، او' کے ایوانوں میں کی اُسے تاریخ عالم سے مٹانا ناممکن ہے۔ آپ کی ان خدماتِ جلیلہ کا اعتراف غیروں نے بھی دل کھول کر کیا۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند آراء پیش کرتا ہوں۔ جناب حمید نظامی اپنے اخبار نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۴۸ء میں لکھتے ہیں۔

"جب قائداعظم نے یہ چاہا کہ آپ پنجاب باونڈری کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوں تو ظفر اللہ خان نے فوراً یہ خدمت سرانجام دینے کی حامی بھری اور سے ایسی قابلیت سے سرانجام دیا کہ قائداعظم نے خوش ہو کر آپ کو 'یو، این، او' میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر کر دیا۔ جس طرح آپ نے ملت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپ کا نام پاکستان کے قابل احترام خادموں میں شامل ہو چکا تھا۔ آپ نے ملک وملت کی شاندار خدمات سرانجام دیں تو قائداعظم نے انہیں حکومت پاکستان کے اس عہدے پر فائز کرنے پر تیار ہو گئے جو باعتبار منصب وزیراعظم کے بعد سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے"

آسمانِ احمدیت پر روشن ستاروں کی ایک حسین کہکشاں لگی ہوئی ہے احمدی سائنسدانوں میں محترم ڈاکٹر عبدالسلام نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ دُنیا نے ان کی عظمت کے اعتراف میں انہیں نوبل پرائز سے سرفراز کیا۔ معاشیات کے میدان میں جناب ایم ایم احمد نے دُنیا بھر سے اپنی قابلیت کا سکہ منوایا۔ میدان سیاست میں گیمبیا کے پہلے احمدی گورنر جنرل سر سنگھاٹے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ دُنیائے صحافت میں حضرت یعقوب علی عرفانی مرحوم رضی اللہ عنہ، حضرت مولانا ابوالعطاء مرحوم، مکرم امری عبیدی، مکرم مولانا نسیم سیفی اور بہت سے احمدیوں نے دُنیا بھر سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ عسکری میدان میں جنرل اختر ملک، جنرل عبدالعلی ملک، جنرل افتخار جنجوعہ اور ایئر مارشل ظفر چوہدری سے سبھی واقف ہیں۔ میدان تصوف میں حضرت مولانا راجیکی رضی اللہ عنہ، حضرت مولوی روشن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت میر محمد اسماعیل [illegible] کیوسی نے آسمان احمدیت پر اپنی چمک دکھلائی۔ میدان تبلیغ میں حضرت [illegible] محمد صادق رضی اللہ عنہ، حضرت مولانا جلال الدین شمس [illegible] حضرت مولوی رحمت علی رضی اللہ عنہ، حضرت مولانا نیر، حضرت چوہدری فتح محمد سیال رضی اللہ عنہ وغیرہ کے کارناموں سے سبھی واقف ہیں۔

مسیح پاک علیہ السلام کے نام لیواؤ! عالم تخیل میں جب میں نے ان میں سے چند ستاروں کو اپنی نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھا تو میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے ہم اس آسمان سے غائب ہو رہے ہیں دیکھنا سمائے احمدیت کی سج دھج میں فرق نہ آنے پائے، خدا کی تقدیر میں اگر ہمارا غروب ہونا مقدر تھا تو ہماری روشنی دوسرے ستاروں کو چمک عطا کرے گی۔ یہ آسمان کبھی روشن ستاروں سے خالی نہ ہو گا۔ حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان پورا ہو رہا ہے اور پورا ہوتا چلا جائے گا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت بخشے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم ومعرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سب کا منہ بند کر دیں گے"

"میں ..... دُعا کرتا ہوں ..... تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ اور زمین اس نور سے روشن ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے۔ (آمین ثم آمین)
(کشتی نوح)

ایک غیر از جماعت دوست کے تاثرات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات براہ راست مواصلاتی سیارے کے ذریعے سن کر پاکستان کے ایک معروف غیر از جماعت دوست نے حضور اقدس کے نام خط میں اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا ہے وہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"اب تک میں نے جتنے خطبے اور درس سنے ہیں ان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ احمدیت سچی ہے۔ مجھے بڑا افسوس ہے کہ میری زندگی گزر گئی اور میں حضور ایدہ اللہ کے پروگرام اور سچائی پر مبنی باتیں نہ سن سکا۔ اب میں ایسے مقام پر کھڑا ہوں کہ اگر ساری دنیا بلکہ احمدی بھی کہیں کہ نعوذباللہ آپ راہ حق پر نہیں تو میں انشاءاللہ آپ کا ساتھ دوں گا۔ اس سے پہلے جہاں جہاں بھی رہا احمدیوں کے بارہ میں غلط باتیں ذہن نشین کرائی جاتی تھیں اور ہم ان باتوں کو سننے پر مجبور تھے کیونکہ ہمیں آپ کے بارے میں صحیح بات بتائی ہی نہیں جاتی تھی۔

جب میں نے آپ کا پہلا خطبہ سنا اور آپ [illegible] سحرانہ گفتگو سنی تو میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا [illegible] آپ غلط کہہ ہی نہیں سکتے کیونکہ سچائی تو آپ [illegible] چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی ادھر گفتگو کا انداز ایسا [illegible] کہ میں اس زمانہ میں اس کی مثال پیش نہیں [illegible] سکتا۔ آپ ہمارے لئے سورج کے منبع کی طرح ہیں جو روشنی کی دولت ہر کسی کو دیتا ہے۔ کیونکہ روشنی اچھے برے کی تمیز نہیں کرتی۔ آپ بھی اس روشنی کی مانند ہیں جو ہر ایک کے لئے ہے۔ آپ کی نعمتیں ہر ایک کے لئے ہیں چاہے وہ احمدی ہو غیر احمدی، دوست ہو یا دشمن۔ آپ کی شخصیت کی تعریف کے لئے میرے یہ الفاظ آپ کی پہچان نہیں کرا سکتے کیونکہ الفاظ کی دنیا محدود ہے جبکہ دل کی دنیا بہت وسیع ہوتی ہے۔

آپ کے لئے میرے دل کی تمام دنیا [illegible] [illegible] میں انفرادی کوشش کروں گا کہ آپ کی [illegible] اپنے گاؤں جا کر کر سکوں اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو سمجھا سکوں چاہے وہ کچھ کہیں"۔

واقفینِ نَو اور مختلف زبانوں کی تعلیم و تدریس

مکرم ڈاکٹر شمیم احمد، انچارج شعبہ وقفِ نو لندن

واقفینِ نو کے والدین کو اس بات کا علم ہوگا کہ حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے وقفِ نو کے تحت بچوں کی تعلیم و تدریس کے لیے اپنے خطبات میں ہدایات جاری فرمائی ہوئی ہیں۔ امید ہے والدین ان ہدایات سے آگاہ ہوں گے۔ اس کے علاوہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ر جولائی ۱۹۹۳ء میں بھی زبانوں کی تعلیم و تدریس کے متعلق عمومی طور پر ہدایات دی گئی تھیں۔ انٹرنیشنل شوریٰ کے موقعہ پر بھی پیارے آقا نے نمائندگان شوریٰ کو اس بارہ میں تفصیلی ہدایات سے نوازا ہے تاکہ وہ اپنے اپنے ملک میں ان پر عمل پیرا ہوسکیں۔ اس کے علاوہ حال ہی میں حضور انور نے خاکسار کو مختلف زبانوں کے متعلق ہدایات فرمائی ہیں کہ کس طرح کام ہونا چاہیے۔ اس لیے ضروری خیال کیا گیا ہے کہ ان ہدایات کو خلاصہ کی صورت میں والدین کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وہ ان پر عمل پیرا ہوسکیں۔

اس ضمن میں پہلی بات یہ ہے کہ یہ لازمی نہیں ہوگا بلکہ ممکن بھی نہیں ہوگا کہ سارے بچے جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے لیے داخل ہوکر باقاعدہ مربی اور مبلغ بن سکیں۔ حضور انور نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمیں مبلغین کے علاوہ زبانوں کے ماہر، اساتذہ، ڈاکٹر اور زندگی کے دیگر شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے واقفین درکار ہوں گے۔ اس لیے والدین کو ابھی سے ان خطوط پر سوچنا چاہیئے اور اس بات کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے کہ ان کے حالات اور بچے کے رجحانات کے مطابق کون سا شعبہ تعلیم بہتر رہے گا۔

اس مقصد کے لیے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہر ملک میں ایک کیریر پلاننگ کمیٹی مقرر کی جائے جس میں ماہرین تعلیم، اساتذہ، زبانوں کے ماہر اور دیگر پیشوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین شامل ہوں جو بچوں کے رجحان اور ملکی حالات اور جماعت کی آئندہ ضروریات کو مدِنظر رکھ کر والدین اور جماعت کی راہنمائی کر سکیں۔ بعض ممالک سے اس طرح کی کمیٹی مقرر ہونے کی اطلاع موصول ہوچکی ہے۔ والدین اپنے اپنے ملک کے امیر صاحب یا سیکریٹری وقفِ نو کی وساطت سے جو طریق کار وضع کیا گیا ہو اس کے مطابق اس کمیٹی سے مشورہ لے سکتے ہیں۔

مختلف زبانوں کے سیکھنے کے متعلق جو ہدایات حضور انور نے ارشاد فرمائی ہیں ان کے مطابق اولین حیثیت تین زبانوں کی ہے یعنی عربی اردو اور انگریزی۔ یہ تینوں زبانیں تمام واقفین کے لیے سیکھنی لازمی ہیں خواہ انہیں مبلغ بننا ہو یا زبانوں کے ماہر، ڈاکٹر بننا ہو یا زندگی کے کسی اور شعبہ سے منسلک ہونا ہو۔ ان زبانوں کی ضرورت اور اہمیت پر حضور انور اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ر جولائی ۱۹۹۳ء میں تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ ان تین زبانوں کے علاوہ جرمن اور فرانسیسی زبانیں بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ امید ہے کہ جرمنی، فرانس اور ماریشس کے واقفین ان زبانوں کی ضروریات کو پورا کر سکیں گے۔ انشاءاللہ

مندرجہ بالا زبانوں کے علاوہ حضور پرنور کی خصوصی توجہ روسی، چینی، ہنگری، رومانیہ، یوگوسلاویہ، سپینش اور قدیم قبائلی زبانوں (ABORIGINAL) زبانوں جیسے ریڈ انڈین یا آسٹریلیا کے قدیم باشندوں کی زبان، کی طرف ہے۔ پیارے آقا نے اس خواہش کا اظہار فرمایا ہے کہ واقفینِ نو بچپن سے ہی ان زبانوں کو سیکھیں اس طرح کہ ان کی سوچ و بچار ان زبانوں میں ہو۔ ان زبانوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کریں اور جب عملی زندگی میں داخل ہوں تو ان زبانوں کے ماہرین بن چکے ہوں اور اس ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کی سربلندی کے لیے کام کریں۔ کیونکہ حضور انور کی پر فراست نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ جب جماعت کو ان زبانوں کے بیشمار ماہرین کی ضرورت پڑنے والی ہے اس لیے ان زبانوں کے ماہرین کی تیاری اس وقت حضور انور کی واقفین نو کے متعلق ترجیحات میں سے اہم ترین ہے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے واقفین کے والدین کو چاہیئے کہ وہ اس بات کا جائزہ لیں کہ ان کے ملک میں ملکی زبانوں کے علاوہ سکولوں میں کون کون سی زبانیں اختیاری مضامین کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں۔ مثلاً انگلستان میں فرانسیسی، جرمن، سپینش اور بعض سکولوں میں روسی اور اردو زبانیں مڈل سکولوں میں پڑھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح ہر ملک میں والدین جائزہ لیں کہ مندرجہ بالا زبانوں میں سے کون کون سی زبانیں ان کے علاقہ کے سکولوں میں اختیاری مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں۔ جب ان کا بچہ اس سطح پر پہنچ جائے کہ اس نے اختیاری مضمون کا انتخاب کرنا ہو تو وہ مندرجہ بالا زبانوں میں سے ایک کا انتخاب کرے اور پھر اس زبان کو اس طرح اپنا لے کہ وہ اس میں اعلیٰ تعلیم مثلاً ایم۔ اے یا پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرے۔

اس ضمن میں ایک اہم گذارش یہ بھی ہے کہ والدین اپنے علاقہ کے سکولوں کا جائزہ لینے کے بعد جب کسی زبان کا فیصلہ کریں کہ انہوں

نے اپنے بچوں کو اس کی اعلیٰ تعلیم دلوانی ہے تو اپنے اس فیصلہ کی اطلاع براہِ راست حضور اقدس کی خدمت میں پیش کریں تاکہ وہ حضورِ انور کی دعاؤں کو حاصل کرنے والے ہوں اور سیدنا حضورِ انور کو اطمینان ہو کہ والدین حضورِ انور کی ہدایات پر عمل پیرا ہیں اور حضور کی تمناؤں کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں۔

زبانوں کے سلسلہ میں ایک اور اہم ذریعہ تدریس، شام کی کلاسیں ہیں۔ بعض ممالک میں مختلف تعلیمی ادارے شام کے وقت ایک دن دو گھنٹے پڑھائی کرواتے ہیں۔ مثلاً انگلستان میں تقریباً ہر زبان کی تعلیم و تدریس اس ذریعہ سے ہو رہی ہے اور بڑے مؤثر طریق پر لوگ زبانیں سیکھتے ہیں۔ ان کلاسوں میں عمر کی کوئی پابندی نہیں۔ جو چاہے داخلہ لے سکتا ہے اور معمولی سالانہ فیس لی جاتی ہے۔ ان کلاسوں کے بعد طلباء ان زبانوں میں امتحان دے کر اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ والدین کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنے اپنے شہروں اور علاقوں میں اس قسم کی کلاسوں کے بارہ میں معلومات حاصل کریں اور جب ان کا بچہ اس قابل ہو تو اس طریق سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ بعض والدین خیال کر سکتے ہیں کہ اس طرح بہت سی زبانیں بچوں کو سکھانے سے ان کے ذہن پر بوجھ پڑ سکتا ہے یا زبانیں سیکھنا مشکل ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں یہ عرض ہے کہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ تجربات سے ثابت شدہ ہے کہ بچوں میں بیک وقت ایک سے زیادہ زبانیں سیکھنے کی اہلیت ہوتی ہے ان میں یادداشت کا ملکہ زیادہ ہوتا ہے اور احسن طور پر زبانیں سیکھ سکتے ہیں اور بچپن کی سیکھی ہوئی زبانیں زیادہ یاد رہتی ہیں۔ البتہ بڑی عمر میں یہ کام مشکل ہو جاتا ہے۔

خدا کرے کہ والدین ابھی سے ان خطوط پر سوچنا شروع کر دیں اور بچوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں تاکہ یہ بچے بڑے ہو کر پیارے آقا کی توقعات پر پورا اُتر سکیں اور والدین اور حضورِ انور کے لیے قرۃ العین ہوں۔ اس سلسلہ میں اگر کوئی مفید تجاویز ہوں یا کسی کے ذہن میں کوئی سوال پیدا ہو تو خاکسار سے لندن مشن کے پتہ پر خط و کتابت کر سکتے ہیں۔ ——— ❖

زمین جب بھی ہُوئی کربلا ہمارے لیے
تو آسمان سے اُترا خُدا ہمارے لئے

انہیں غرور کہ رکھتے ہیں طاقت و کثرت
ہمیں یہ ناز بہت ہے خُدا ہمارے لئے

تُمہارے نام پہ جس آگ میں جلائے گئے
وہ آگ پھُول ہے، وہ کیمیا ہمارے لئے

بس ایک لَو میں اسی لَو کے گرد گھومتے ہیں
جلا رکھا ہے جو اُس نے دیا ہمارے لئے

وہ جس پہ رات ستارے لیے اُترتی ہے
وہ ایک شخص دُعا ہی دُعا ہمارے لئے

وہ نُور نُور دمکتا ہوُا سا اِک چہرہ
وہ آئینوں میں حیا ہی حیا ہمارے لئے

درود پڑھتے ہوئے اُس کی دِید کو نکلیں
تو صُبح پھُول بچھائے صَبا ہمارے لئے

عجیب کیفیّتِ جذب و حال رکھتی ہے
تمہارے شہر کی آب و ہوا ہمارے لئے

دِیے جَلائے ہوئے ساتھ ساتھ رہتی ہے
تُمہاری یاد تمہاری دُعا ہمارے لئے

زمین ہے نہ زماں نیند ہے نہ بیداری
وہ چھاؤں چھاؤں سا اِک سلسلہ ہمارے لئے

سُخن وَروں میں کہیں ایک ہم بھی تھے لیکن
سُخن کا اور ہی تھا ذائقہ ہمارے لئے

عبیداللہ علیم

ٹوپی پہننے کو رواج دیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"ٹوپی سے انسان بہت سی بدیوں سے اس وجہ سے بچتا ہے کہ لوگ آپ سے ان بدیوں کی توقع نہیں کرتے ٹوپی آپ کے مزاج کی تشخیص کر دیتی ہے اور تعیّن کر دیتی ہے لیکن جہاں تک مسجد میں ٹوپی کا تعلق ہے اس کا ادب سے گہرا تعلق ہے ...... قرآن فرماتا ہے اے لوگو! مسجد میں زینت کے ساتھ جایا کرو۔ مسجد کی سب سے بڑی زینت تقویٰ ہے۔ اور [illegible] حیا ہے اور ٹوپی کا سر سے اُترنا اس زینت کے بالکل برخلاف اور مخالفانہ بات ہے۔ پس ان تقاضوں کو پورا کرنا چاہیئے اور ہماری فطرت میں جو بات داخل ہے اس کو مدِنظر رکھنا چاہیے" ——— (ارشاد فرمودہ ۲۶ مارچ ۱۹۹۴ء)